محمد ذکوان ندوی

قرآن کی اصل حیثیت

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

قرآن کی اصل حیثیت یہ ہے کہ وہ کتابِ ہدایت ہے۔ اُس کی اِس حیثیت کا تعین اُس کے آغاز ہی میں اِن الفاظ کے تحت بیان کر دیا گیا ہے: 'ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛۚ فِيْهِ ۛۚ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ' (البقرہ ۲: ۲)، یعنی یہ کتاب الٰہی ہے، اِس میں کوئی شک نہیں۔ وہ ہدایت ہے خدا سے ڈرنے والوں کے لیے۔ ہدایت کا مطلب ہے: خدا کے مطلوب راستے کی دریافت اور اُس کا اتباع۔

بعد کے زمانے میں قرآن کی جو تفسیریں لکھی گئیں، وہ عام طور پر کسی مخصوص مسلک یا کسی مخصوص نقطۂ نظر کے تحت لکھی گئیں۔ مثلاً شیعی مسلک، سنی مسلک، سلفی مسلک، حنفی مسلک، وغیرہ۔ اِس کے بعد جب دنیا میں تحریکات اور مسالک و 'مذاہب' کا دور آیا تو اُس کے مطابق تفسیریں لکھنے کا رواج ہو گیا۔ مثلاً دعوتی نقطۂ نظر، سیاسی نقطۂ نظر، فقہی نقطۂ نظر، اِشاری نقطۂ نظر اور سائنسی نقطۂ نظر، وغیرہ۔ اِن تفسیروں کا اسلوب معروضی نہیں، بلکہ تعبیری تھا۔ یہ تفسیریں قرآنی آیات کی شرح و وضاحت سے زیادہ خود مصنف کے مخصوص نقطۂ نظر کی وکالت کر رہی تھیں*۔

---

* اِس کے علاوہ، بعض تفسیریں خاص طور پر زبان و بیان اور نحو واِعراب کی بنیاد پر لکھی گئی ہیں۔ مثلاً 'البحرُ المحيط' (ابو حیان اندلسی)، 'الإعرابُ المفصَّل لكتابِ الله المُنزَّل' (بہجت عبدالواحد صالح)، 'إعرابُ القرآن الكريم وبيانه' (محی الدین الدرویش)، وغیرہ۔ تاہم زبان و بیان کی توضیح چونکہ ایک خالص علمی چیز ہے، وہ کوئی تعبیری اور نظریاتی چیز نہیں، اِس لیے وہ یہاں زیر بحث نہیں۔

یہ اِسی طرز فکر کا نتیجہ تھا کہ قرآن کی اصل حیثیت لوگوں پر واضح نہ ہو سکی۔ کسی نے قرآن کو محض کتاب معرفت (روحانیت) سمجھا، کسی نے کتاب سیاست اور کسی نے کتاب دعوت۔ اِسی طرح، کوئی اُسے کتاب فضائل سمجھتا رہا اور کوئی صرف کتاب مسائل، وغیرہ۔ تاہم اِن میں سے کوئی بھی تعبیر قرآن کی اصل حیثیت کا تعارف نہ تھا۔ اِس قسم کی تعبیری تفسیر کا نتیجہ عملاً صرف یہ ہوا کہ لوگ قرآن کے نام پر قرآن سے دور ہو گئے۔ وہ اپنی پوری زندگی کو قرآنی ہدایت کے سانچے میں ڈھالنے کے بجاے محض ایک تعبیر کو اصل دین سمجھ کر اُس کے پر جوش داعی بنے رہے۔ اصل یہ ہے کہ قرآن کا مخاطب پورا انسان تھا۔ وہ ایمان، اخلاق، عبادات، دعوت، سیاست، معیشت اور معاشرت، ہر چیز کی نسبت سے ربانی ہدایت کا بیان تھا، جسے وہ خدا کے مطلوب دین کے طور پر انسان کو پوری طرح اختیار کر لینے کا حکم دے رہا تھا۔

تاہم اِس غیر حقیقی طرز تفسیر کا انتہائی مہلک نقصان یہ ہوا کہ قرآن خدا کی ابدی ہدایت کے بجاے عملاً صرف کسی ایک یا چند مخصوص نقطہ ہاے نظر کا ترجمان بن کر رہ گیا۔ قرآن کی ہر آیت میں لوگوں کو صرف اپنا فکر نظر آیا۔ چنانچہ انھوں نے اِسی مخصوص نقطۂ نظر کو خدا کی اصل ہدایت سمجھا۔ وہ بظاہر انتہائی اخلاص کے ساتھ اِسے خدا کا مطلوب دین سمجھ کر اُس کے داعی اور مومن بنے رہے۔ اُن کے اپنے مخصوص نقطۂ نظر کے علاوہ، قرآن کی دوسری تعلیمات عملاً اُن کے نزدیک غیر اہم قرار پا گئیں۔ اِس ظاہرے نے امت مسلمہ کے ’تصور دین‘ اور اُس کے پورے فکر و عمل کو یکسر بدل کر رکھ دیا۔

اِس طرز تفسیر کا دوسرا نقصان گروہ بندی اور غیر مطلوب تحزّب تھا۔ اِس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ’امت واحدہ‘ عملاً ’امت متفرقہ‘ کا ایک گروہ بن کر رہ گیا، حتیٰ کہ اب اِن گروہوں اور اُن کے اپنے اداروں نے بجاے خود ایک ’امت‘ کی حیثیت اختیار کر لی ہے، جس نے امت مسلمہ کے اجتماعی وجود کا خاتمہ کر دیا۔ عقیدت و محبت اور ’امام‘ اور حاکم کا وہ مقام جو اپنے انتہائی معنی میں صرف اللہ اور اُس کے رسول کے لیے مخصوص تھا، وہ عملاً اب اِن گروہوں کی اپنی شخصیات اور اُن کے پیدا کردہ فکر و لٹریچر کو حاصل ہو گیا۔ اِس طرح یہ ہوا کہ امت میں پاپائیت (papacy) اور ’کہنوت‘ جیسے مظاہر پیدا ہو گئے۔

حقیقت یہ ہے کہ تفسیر کا مقصد خود قرآن کے مدعا و مطالب کی تفہیم ہے۔ اِس معاملے میں یہ کہنا کسی بھی طرح درست نہیں کہ دعوت، تذکیر یا سیاست جیسے کسی ایک پہلو پر قاری کو متوجہ کرنے کے لیے قرآن کی تشریح میں ایک موضوع پر ”فوکس“ کا طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔ اگر کسی شخص کو ایسا کرنا ہے تو اُس کو چاہیے کہ

وہ الگ سے اِس موضوع پر لکھے اور بولے، مگر قرآن کی شرح و وضاحت کے ذیل میں آیت کے کسی ایک پہلو پر اس طرح فوکس کرنا کہ اُس کے دوسرے پہلو نظرانداز یا غیر اہم قرار پا جائیں، بلاشبہ قرآن کی معنوی تحریف کے ہم معنی ہے۔ قرآن ایک 'کتاب مبین' ہے، اِس لیے خود اُس میں اپنے مدعا پر پوری طرح فوکس موجود ہے جو تلاوت اور تدبر کے دوران میں آدمی پر روشن ہو جاتا ہے۔ کسی انسان کو ہرگز یہ حق حاصل نہیں کہ وہ قرآن کے معاملے میں اِس طرح کی جسارت کا ارتکاب کرے۔ قرآن کی نسبت سے، پیغمبر کا کام بھی صرف یہ ہے کہ وہ اُسے بے کم و کاست لوگوں تک پہنچا دے تاکہ وہ اُس پر تدبر کرکے خدا کی مرضی کا ادراک کر سکیں۔ خود پیغمبر کو بھی یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اللہ کی کتاب میں اپنی طرف سے کسی قسم کا کوئی حذف و اضافہ کر سکے (الحاقہ ۶۹: ۴۳-۴۸)۔

قرآن کے نزول کا مقصد انسانوں کے لیے خدا کی ابدی ہدایت کا راستہ کھولنا ہے اور بلاشبہ اِس ہدایت تک پہنچنے کے متعدد طریقے ہیں۔ مثلاً تلاوت، دعا، غور و فکر، وغیرہ۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کے لیے 'ذِکر' (یاددِہانی) جیسے الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں۔ تاہم یہ قرآن کی اصل حیثیت کا تعارف نہیں، اِس کا مقصد صرف یہ بتانا ہے کہ 'ذِکر' (یاددہانی) حصول ہدایت کا ایک موثر ذریعہ ہے۔ لہٰذا قرآن پڑھنے والے آدمی کے لیے ضروری ہے کہ وہ کسی اور ذہن کے تحت اُس کو پڑھنے کے بجائے اُس سے یاددِہانی حاصل کرے اور اِس طرح وہ ہر اعتبار سے خدا کی ہدایت کو اپنی زندگی میں اختیار کرلے۔

(لکھنؤ، ۱۵/ ستمبر ۲۰۲۰ء)

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com